درج ذیل مضمون سعودی عالم شیخ عُبیکان کے ایک عربی تحقیقی مقالہ کا ترجمہ ہے، عربی مقالہ مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر دستیاب ہے:

http://www.alzakera.eu/music/wahabism/whabbizm-0016-2.htm

نمازِ فجر کے وقت کا آغاز

''عُبَیکان ''اختلافی نکتے کی وضاحت کرتے ہیں

ہم نے نقشۂ اوقاتِ نماز کے غلط ہونے کی جو بات کی ہے، اس کے صحیح ہونے کے دلائل بیان کرنے سے پہلے ہم نماز کے وقت کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں، کیونکہ نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے اہم شرط نماز کے وقت کا داخل ہونا ہے۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

''نماز کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' (الاجماع لابن عبدالبر ص:۴۵)

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جس شخص کو وقتِ نماز کے داخل ہونے میں شک ہو جائے تو ایسے شخص کے لیے وقتِ نماز کے داخل ہو جانے کے یقین یا ظنِ غالب تک نماز پڑھنا جائز نہیں (المغنی لابن قدامہ:۲/۳۰)

اب ہم اہل لغت اور اہل شرع کے نزدیک فجر کے معنی بیان کرتے ہیں:

فجر کے لغوی معنی

ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں لکھا ہے:

''فجر، صبح کی روشنی کو کہتے ہیں اور وہ سورج کی وہ سرخی ہے جو رات کی تاریکی میں نمودار ہوتی ہے۔ فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک تو مستطیل ہوتی ہے اور یہی ''کاذب'' ہے جسے ''بھیڑیے کی دم'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فجر کی دوسری قسم ''مستطیر'' ہوتی ہے، اور یہی وہ ''صادق'' ہے جو اُفق پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ صبح، صرف اور صرف صادق ہی ہوتی ہے۔ (لسان العرب:۵/۴۵ طبع بیروت)

مختار الصحاح میں ہے کہ ''فجر'' رات کے آخری حصے میں اسی طرح ہوتی ہے، جس طرح اوّل حصہ میں شفق ہوتی ہے، جس طرح ''صبح'' سے ''اصبحنا'' کہتے ہیں اسی معنی میں ''افجرنا'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ (مختار الصحاح ص:۳۲۴ طبع دار البشائر)

القاموس المحیط میں ہے کہ ''فجر'' صبح کی روشنی کو کہتے ہیں اور یہ سورج کی سرخی ہوتی ہے۔ اس معنی کے لیے ''انفجر الصبح، تفجر اور انفجر عنه الليل'' بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ''افجروا'' کے معنی ہوں گے: وہ لوگ فجر میں داخل ہو گئے (القاموس المحیط ص ۵۸۴ طبع موسسۃ الرسالۃ)

لسان العرب لابن منظور میں لکھا ہے:

''غلس'' آخر شب کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ ابو منصور کہتے ہیں: صبح کی روشنی جب تک افق پر پھیل نہ جائے اس وقت تک اسے ''غلس'' کہتے ہیں (لسان العرب لابن منظور:۶/۱۵۶ طبع بیروت)

عربی لغت سے معلوم ہوا کہ ''فجر'' کا اطلاق دن کی ابتدائی سفیدی پر ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی دو قسمیں ہیں، فجر کاذب اور فجر صادق، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ وقت جس کے آغاز سے احکام شرعیہ یعنی روزے دار کے لیے کھانے پینے سے پرہیز اور آغازِ وقتِ نماز کا تعلق ہے وہ ''فجر صادق'' ہے۔

''فجر'' کتاب و سنت کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک تمہارے لیے فجر کے وقت سفید تاگہ سے سیاہ تاگہ واضح نہ ہو جائے (سورۃ البقرہ، آیت:۱۸۷)

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلال رات میں اذان دیتے ہیں، لہٰذا تم اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک ابن اُم مکتوم اذان نہ دے دیں۔'' راوی فرماتے ہیں کہ ابن اُم مکتوم نابینا تھے اور وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک ان سے یہ نہ کہا جاتا کہ صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔ (بخاری، کتاب الاذان، باب اذان الاعمی اذا کان لہ من یخبرہ)

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک فجر وہ ہوتی ہے جس میں کچھ کھانا تو حرام ہوتا ہے لیکن نماز پڑھنا جائز ہوتی ہے۔ دوسری فجر وہ ہوتی ہے جس میں نماز (نماز فجر) تو حرام ہوتی ہے البتہ کھانا پینا جائز ہوتا ہے۔'' (صحیح الجامع للالبانی:۴۲۷۹)

حاکم اور بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے، جسے البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فجر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ فجر ہے جو بھیڑیے کی دم کی طرح ہوتی ہے، اس میں (فجر کی) نماز پڑھنا جائز نہیں اور کھانا پینا حرام نہیں، البتہ وہ فجر جو اُفق پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اس میں نماز پڑھنا درست ہے اور کھانا پینا بھی حرام ہو جاتا ہے۔'' (صحیح الجامع للالبانی:۴۲۷۸)

ایک اور روایت میں ہے:

''فجر کی دو قسمیں ہیں، ایک فجر وہ ہے جسے بھیڑیے کی دم کہا جاتا ہے، یہ فجر کاذب ہوتی ہے، اس کی روشنی آسمان پر لمبائی کی صورت میں ہوتی ہے، چوڑائی میں نہیں۔ دوسری قسم فجر کی وہ ہوتی ہے جس کی روشنی چوڑائی میں ہوتی ہے، لمبائی میں نہیں۔'' (البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، السلسلۃ الصحیحۃ: 2002)

اسی طرح حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلال کی اذان اور فجرِ مستطیل تمہیں سحری کھانے سے ہرگز ہرگز نہ روکے، البتہ اُفق پر پھیلی ہوئی فجر پر رک جاؤ۔'' (ابوداؤد، ترمذی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے)

فجر علماء کی نظر میں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''فجر دو طرح کی ہیں، ایک فجر وہ ہے جس کی روشنی آسمان پر اوپر کی طرف اُٹھتی ہے، یہ نہ کسی چیز کو حلال کرتی ہے اور نہ کسی چیز کو حرام البتہ وہ فجر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر نظر آتی ہے، اس کی وجہ سے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ (جامع البیان لابن جریر الطبری، ج:۲، ص:۱۷۳)

حضرت موفق ابن قدامہ کہتے ہیں:

اس پر سب کا اجماع ہے کہ صبح کا وقت، فجر ثانی کے طلوع ہونے سے داخل ہوتا ہے۔ اوقات سے متعلقہ احادیث اس پر یقینی طور پر دلالت کرتی ہیں، یہ فجر وہ چوڑی سفیدی ہوتی ہے جو اُفق پر پھیل جاتی ہے، اسے فجرِ صادق کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ تمہارے سامنے صبح ہونے کی تصدیق کرتی ہے اور واضح طور پر صبح کو ظاہر کرتی ہے۔ صبح درحقیقت وہ روشنی ہے جس میں سفیدی اور سرخی جمع ہوتی ہیں، اسی بناء پر اس شخص کو جس کے رنگ میں سفیدی اور سرخی مجتمع ہو''اصبح'' کہا جاتا ہے۔

رہی فجرِ اوّل تو وہ اس باریک سفید روشنی کو کہتے ہیں جو سیدھی اوپر کی طرف جاتی ہے، اس میں پھیلاؤ نہیں ہوتا، اس فجر کے ساتھ کسی حکم کا کوئی تعلق نہیں، اسے فجر کاذب کہتے ہیں۔ (المغنی: ۲/۳۰)

ابن حزم فرماتے ہیں:

فجر اوّل مستطیل اور باریک ہوتی ہے جو سیدھی اوپر آسمان کی طرف جاتی ہے، جس طرح بھیڑیے کی دم ہوتی ہے، اس کے بعد اُفق پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ اس وقت روزے دار پر کھانا پینا حرام نہیں ہوتا اور اس فجر پر صبح کی نماز کا وقت بھی داخل نہیں ہوتا۔ پوری امت میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ فجر کی دوسری قسم وہ سفیدی ہے جو ہر موسم میں مشرقی اُفق پر سورج طلوع ہونے کی جگہ، آسمان میں عرضاً پھیل جاتی ہے۔ سورج کے ساتھ ساتھ یہ سفیدی بھی اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، یہ سفیدی سورج کی روشنی کا مقدمہ ہوتی ہے اور اس کی سفیدی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، بسا اوقات اس میں واضح سی سرخی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اس فجر کے ظاہر ہونے پر روزہ، صبح کی اذان اور نماز کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ اس فجر کے ظاہر ہونے پر نماز کا وقت داخل ہونے کے بارے میں پوری امت میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المحلی: ۳/۱۹۲)

ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

''یہ سفیدی آسمان پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اس کی سفیدی اور چمک راستوں کو بھی اجاگر کر دیتی ہے۔

صدیق حسن خان فرماتے ہیں:

''نماز فجر کا ابتدائی وقت وہ ہے جب فجر پھوٹ پڑے یعنی پھیلی ہوئی روشنی ظاہر ہو جائے۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح طور پر بیان فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: ''وہ فجر اُفق پر پھیلی ہوئی حالت میں نمودار ہوتی ہے'' نیز فرمایا ''یہ وہ فجر نہیں جس کی سفیدی بھیڑیے کی دم کی طرح چمکتی ہے''۔ یہ فجر ایسی چیز ہے جسے آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تک تمہارے سامنے فجر کے وقت سفید تاگا، سیاہ تاگے سے ممتاز نہ ہو جائے۔'' یہاں باب تفعل کا صیغہ یہ بتانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اس فجر کا بہت واضح ہونا ضروری ہے یعنی تمہارے سامنے روشنی آہستہ آہستہ پھیلے اور پھر خوب واضح ہو جائے اس لیے کہ روشنی کے پوری طرح ظاہر ہوئے بغیر ''تبین'' اور ''ظہور'' مکمل نہیں ہوتا، حاصل یہ کہ فجر پہلے روشنی کی علامات کی طرح ظاہر ہوتی ہے، اس کے بعد بھیڑیے کی دم کی طرح جو صبح کاذب ہے، پھر اس صبح کا نور واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے جسے ''فالق الاصباح'' (صبح کے اجاگر کرنے والے) نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے، اسی بناء پر شاعر نے کہا ہے

وازرق الصبح یبدو قبل أبیضہ وأول الغیث قطر ثم ینسکب (الروضۃ الندیۃ: 1/71)

شیخ محمد بن صالح عثیمین نے فرمایا ہے:

''اگر آپ کسی ایسی جگہ موجود ہوں جہاں گرد و پیش میں رؤیت کی راہ میں رکاوٹ بنے والی روشنیاں اور گرد و غبار وغیرہ نہ ہوں تو ایسی صورت میں جب آپ کو شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی سفید روشنی نظر آ جائے تو فجر طلوع ہو گئی اور نماز کا وقت داخل ہو گیا، روشنی کے اس طرح واضح ہونے سے پہلے فجر کی نماز نہ پڑھیں (الشرح الممتع)

کیلنڈروں کے اوقات اور نماز فجر سے پہلے اذانِ ثانی کے بارے میں علماء کی آراء:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص رمضان میں صبح کی اذان کے بعد کچھ کھالے تو اُس کا کیا حکم ہے؟ تو شیخ نے فرمایا ''اگر مؤذن طلوع فجر سے پہلے اذان دیدے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیا کرتے تھے اور جیسے کہ دمشق وغیرہ میں مؤذن حضرات طلوع فجر سے قبل اذان دیا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں

اذان کے بعد تھوڑی دیر تک کچھ کھانے پینے میں کوئی مضایقہ نہیں (الفتاویٰ: ۲۵/ ۲۱۶)

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اس زمانے کی ایجاد کردہ ناپسندیدہ بدعات میں سے ایک، رمضان میں فجر سے تہائی گھنٹہ (20 منٹ۔ مترجم) قبل اذان دینا ہے اور ان چراغوں کو گل کر دینا ہے جو روزہ رکھنے والوں کے لیے کھانے پینے سے رک جانے کی علامت ہیں، جن لوگوں نے اس بدعت کو ایجاد کیا ان کا خیال ہے کہ عبادت میں احتیاط برتنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے، حالانکہ اس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو پتا ہے۔ (فتح الباری، ج:۴، ص:۱۹۹)

قرافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہ غلطی اُن کے زمانے میں بھی پائی جاتی تھی، وہ فرماتے ہیں:

مؤذنوں اور وقت بتانے والوں میں فلکی درجات کے اتباع کی عادت چل پڑی ہے کہ جب وہ فلکی درجات میں سے متوسط یا کسی اور درجہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سورج اُفق سے قریب ہو گیا ہے اور فجر طلوع ہو چکی ہے تو مؤذنین اور وقت بتانے والے، لوگوں کو نماز اور روزہ کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت اُفق ایسا صاف ہوتا ہے کہ اگر فجر طلوع ہو چکی ہوتی تو کسی پر مخفی نہ رہتی نیز اس وقت اُفق پر طلوع فجر کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔ یہ صورت جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے فرض ہونے کا سبب اُفق پر فجر کے وقت کے ظاہر ہونے کو بتایا ہے، اب جبکہ اُفق پر فجر ظاہر نہیں ہوئی ہے تو اس وقت نماز جائز نہیں ہوگی، کیونکہ یہ نماز، وقت سے پہلے اور سبب کے بغیر ہوگی (الفروق، ج:۲، ۳، ص:۳۰۱)

موجودہ زمانے میں بھی اس طرح ہو رہا ہے، بیشتر کیلنڈروں میں شرعی فجر سے پہلے نماز کا وقت دکھایا جاتا ہے، اس میں تقویم اُم القریٰ بھی شامل ہے۔

شیخ رشید رضا کہتے ہیں:

''بعد کے لوگوں نے اصلاح باطن کے ذریعے نیکی اور تقویٰ حاصل کرنے کی غرض سے بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا اور انہوں نے اوّل فجر کی حد بندی کر کے اُسے منٹوں کے حساب سے ضبط کیا اور پھر روزے میں وقت سے ۲۰ منٹ پہلے ہی کھانے پینے سے احتیاطاً رکنے کا کہہ دیا، حالانکہ اس کے تقریباً 20 منٹ بعد بیاض نہار ظاہر ہوتی ہے۔ (تفسیر المنار، ج:۲، ص:۱۸۴)

تقی الدین الھلالی نے فرمایا:

جس زمانہ میں فجر کو بلاشک وشبہ دیکھنے کی میں بھرپور صلاحیت رکھتا تھا، اس زمانہ میں مسلسل اتنی بحث وتحقیق اور بار بار تیز نگاہوں والوں کے ساتھ بذاتِ خود میں نے اتنے مشاہدات کئے ہیں کہ اس سے زیادہ بحث وتحقیق اور مشاہدات کی گنجائش نہیں، ان مسلسل تحقیقات ومشاہدات کے بعد میرے سامنے یہ بات بالکل کھل گئی کہ اذان صبح کا وقت، صحیح شرعی وقت کے مطابق نہیں یعنی مؤذن فجر کے شرعی طور پر پوری طرح واضح ہونے سے پہلے ہی اذان دے دیتے ہیں (رسالہ ''بیان الفجر الصادق وامتیازہ عن الفجر الکاذب'': ص:۲)

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ بات معروف ہے کہ نماز فجر کا جو وقت لوگوں کو پتا ہے، وہ صحیح نہیں۔ وہ وقت اصل وقت سے کم از کم ۵ منٹ مقدم ہے۔ ہمارے بعض بھائی بیابانوں میں گئے تو انہیں پتا چلا کہ لوگوں کے پاس جو اوقات ہیں (یعنی اوقاتِ نماز کے نقشے وغیرہ) ان میں اور اصل طلوع فجر میں تہائی گھنٹہ (تقریبا 20 منٹ) کا فرق ہے، لہٰذا مسئلہ بڑا سنگین ہے۔ لوگوں کو نماز فجر میں جلدی نہیں کرنا چاہیے اور تہائی گھنٹہ یا ۲۵ منٹ مؤخر کرنا چاہیے تاکہ نماز فجر کے وقت کا یقین ہو جائے۔ (شرح ریاض الصالحین، ج:۳، ص:۲۱۶)

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ یہ علامات ہمارے دور میں خفیہ علامات بن گئی ہیں اور لوگوں نے نقشوں اور گھڑیوں پر بھروسہ کرنا شروع کر دیا ہے لیکن یہ نقشے مختلف بھی ہوتے ہیں اور جب دو نقشوں میں اختلاف ہو حالانکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو اوقات کے جاننے والے اور نقشہ بنانے کے ماہر ہی نے بنایا ہو، تو ہم تمام اوقات میں اس نقشے کو ترجیح دیں گے جس میں وقت تاخیر سے ہو کیونکہ وقت کا شروع نہ ہونا اصل ہے، نیز یہ دونوں نقشے، نقشہ بنانے کے ماہر ہی نے بنائے ہیں اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت کے بارے میں صراحۃً فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے دو آدمیوں سے کہا کہ جب فجر کا وقت شروع ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا، اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ فجر کا آغاز ہو گیا جبکہ دوسرے نے کہا کہ نہیں تو ایسے موقع پر ہم دوسرے شخص کی بات کا اعتبار کریں گے۔ چنانچہ کھانا پینا اس وقت تک جائز ہوگا جب تک کہ دوسرا شخص بھی یہ کہہ دے کہ فجر طلوع ہو گئی، میں بذاتِ خود بھی دونوں نقشوں میں سے اس نقشے کو لیتا ہوں جو دوسرے سے متاخر ہو (الشرح الممتع ص:۴۸)

میں کہتا ہوں کہ یہ بات (یعنی متاخر نقشے کو اختیار کرنا، مترجم) اس لیے ہے کہ اصل چیزرات کا باقی رہنا ہے، لہٰذا یہ اصل، شک کی بناء پر زائل نہیں ہوگا۔ اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے جس کو عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کھانے پینے کو اس وقت تک حلال کیا ہے جب تک تمہیں شک ہو۔

ابن ابی شیبہ نے ابوالضحیٰ کے طریق سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سحری کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم مجلسوں میں سے ایک نے کہا کہ اس وقت تک کھاؤ کہ تمہیں شک نہ ہو تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیشک اس کی بات کی کوئی حیثیت نہیں، جب تک تمہیں شک رہے کھا سکتے ہو، یہاں تک کہ تمہارا شک ختم ہو جائے، (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۲، ص:۴۴۱، ۴۴۲)

ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ ہی سے پوچھا گیا کہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، بلال رات میں اذان دیتے ہیں لہٰذا تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک ابن ام مکتوم کی اذان نہ سن لو کیونکہ بیشک وہ اس وقت اذان دیتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ صبح ہو گئی، صبح ہو گئی۔ یہ حدیث اس زمانے میں لوگوں کے عمل کے مخالف ہے، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کبھی اوقاف کی طرف سے

مؤذنین کیلئے نقشہ اوقاتِ نماز کی پابندی کرنے کا حکم جاری ہوتا ہے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض اہلِ علم اس بارے میں اشکال بھی کر چکے ہیں، سو آپ کی کیا رائے ہے؟ تو شیخ عثیمین نے اس سوال کا یہ جواب دیا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اور انسان کو جب تک یہ یقین نہ ہو کہ فجر طلوع نہیں ہوئی اس پر اذان دینا حرام ہے کیونکہ وقت پُر خطر ہے، جب کوئی شخص وقت سے ایک منٹ پہلے بھی اذان دیدے اور کوئی بھی شخص اس کی اذان کی بناء پر وقت سے قبل تکبیر تحریمہ کہہ دے تو یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے لوگوں کو دھوکہ دیا اور ان پر یہ بات لازم کردی کہ وہ وقت سے پہلے نماز پڑھیں اور شیخ عثیمین نے یہ بھی فرمایا کہ اس مسئلہ پر غور وفکر کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بہت مشکل مسئلہ ہے۔ مجھ پر جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ فجر کی اذان سال کے تمام اوقات میں پہلے دی جاتی ہے، یعنی سال کے تمام اوقات میں پانچ منٹ پہلے (لقاء الباب المفتوح، ج:۷، ص:۴۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بذاتِ خود متعدد بار عمان کے جنوب مشرق میں واقع جبل ہملان پر قائم اپنے گھر سے متعدد بار یہ چیز دیکھی ہے اور مجھے اس طرف توجہ اس ٹھوس بات کی وجہ سے ہوئی جو مسلمانوں کی عبادت کی تصحیح کی غیرت سے بھرے ہوئے بعض حضرات نے ذکر کی ہے کہ بعض عرب ممالک میں فجر کی اذان صبح صادق سے تقریباً ۲۰ یا ۳۰ منٹ پہلے دے دی جاتی ہے، یعنی صبح کاذب سے بھی پہلے دے دی جاتی ہے اور میں نے بسا اوقات بعض مساجد میں نمازِ فجر کی اقامت کو فجر صادق کے طلوع کے ساتھ ساتھ سنا ہے، یہ لوگ اقامت سے تقریباً آدھا گھنٹہ قبل اذان دیتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ فجر کی سنتیں وقت سے پہلے پڑھ لیتے ہیں اور رمضان کے مہینے میں تو وقت سے پہلے ہی فرض پڑھ لیتے ہیں............اس طرزِ عمل میں لوگوں پر سحری سے جلد رک جانے کی تنگی اور فجر کی نماز کو برباد کرنے میں مبتلا ہونا پایا جاتا ہے اور یہ سب کچھ محض فلکی اوقات پر اعتماد کرنے اور شرعی اوقات سے اعراض کرنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے سامنے فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے اور حدیث میں ہے، سو کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے سامنے سرخی آجائے۔ یہ نصیحت ہے اور نصیحت مؤمنین ہی کو فائدہ دیتی ہے۔ (السلسلة الصحيحة، ۵/۵۲ الرقم: ۲۰۳۱)

شیخ مصطفیٰ العدوی اپنے رسالے ''يواقيت الفلاة في مواقيت الصلاة'' صفحہ ۱۲۷ میں لکھتے ہیں کہ بعض عرب ممالک میں بلکہ اکثر عرب ممالک میں فجر ثانی یعنی فجر صادق کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی جاتی ہے............، اور تحقیق میں نے اس کا بغور مشاہدہ، مصر میں اپنی بستی میں کیا۔ سو بیشک یہ سفید دھاگہ یعنی فجر صادق نقشوں میں درج وقت اذان کے تقریباً تہائی گھنٹہ (تقریباً ۲۰ منٹ، مترجم) بعد ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ آل فریان نے ڈاکٹر صالح العذل کے نام ایک خط بھیجا تھا جس میں ڈاکٹر صالح سے نقشہ اوقاتِ نماز پر نظرِ ثانی کی درخواست کی گئی تھی، شیخ کے خط کے مندرجات میں سے یہ بھی ہے:

''ہمارے شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنی مسجد میں صبح کے واضح ہونے سے پہلے ہرگز نماز نہیں پڑھتے تھے، بعض ائمہ موجودہ نقشے میں درج وقت سے ۴۰ منٹ یا تقریباً اسی قدر تاخیر کے بعد نماز پڑھاتے ہیں اور جب وہ مسجد سے نکلتے ہیں تو اندھیرا ہوتا ہے جبکہ بعض دوسرے حضرات اذان کے ۲۰ منٹ بعد اور بعض دیگر حضرات نقشے کے مقتضیٰ کے مطابق اذان کے 15 منٹ بعد نماز پڑھتے ہیں...... پھر یہ سب جلد نماز پڑھ لینے والے حضرات صبح ظاہر ہونے سے پہلے ہی اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں اور یہ بہت خطرناک بات ہے۔ اس میں اس بات کا خطرہ ہے کہ ان لوگوں کی نماز ہی صحیح نہ ہو اور انہیں اور ان سب لوگوں کو بھی گناہ ہو جو اس پر خاموش ہیں اور جب ان کی نماز ہی صحیح نہ ہوئی تو یہ شریعت میں بڑا منکر ہے۔ الغرض میں جس طرف اشارہ کر رہا ہوں اور آپ کو نصیحت کر رہا ہوں وہ نقشہ اوقاتِ نماز پر نظرِ ثانی اور مسلمانوں کی عبادت کے معاملے میں احتیاط برتنا ہے، کیونکہ نماز پڑھنے میں جلدی اگرچہ 10 منٹ ہی کی ہو خطرناک ہے اور تاکید کی خاطر دیر کرنے میں کوئی خطرہ نہیں بلکہ ایسا کرنا واجب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جس میں کوئی شک نہ ہو۔'' اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہات میں مبتلا ہوا وہ حرام میں جا پڑا۔''

اور میں آپ کے سامنے اس بات کا تکرار، جھگڑے، تعصب یا بلا دلیل اعتراض کی وجہ سے نہیں کر رہا بلکہ یہ نصیحت کی قبیل اور سب لوگوں کی نمازوں کی بربادی کے خوف کی بناء پر ہے،...... (اھ، تاریخ 5/9/1414ھ

وزیر حج و اوقاف عبدالوہاب احمد عبدالواسع نے وزیر مالیات کو 27/10/1408ھ کو خط نمبر 7492/408 میں لکھا:

محترم وزیر مالیات و اقتصادیات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم آپ کی خدمت میں جمادی الثانیہ 1408ھ کے اوقاتِ نماز کا نقشہ بھیج رہے ہیں، یہ نقشہ مسجد نبوی کے مؤذنوں کے شیخ عبدالرحمٰن عبدالالہ ابراہیم خاشقجی کا تیار کردہ ہے۔ یہ نقشہ مدینہ منورہ کی مساجد کے مؤذن حضرات میں ہر ماہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کی مساجد اور اوقاف کے مدیر (ڈائریکٹر) کے مطابق رئیس المحاکم الشرعية (شرعی عدالتوں کے صدر) کے حکم پر مدینہ منورہ کی تمام مساجد کے مؤذن حضرات اس نقشے پر عمل کرتے ہیں۔ اس نقشے اور ام القریٰ کے تیار کردہ نقشے کے مابین وقت کا طویل فرق ہے، چونکہ ام القریٰ کا نقشہ وزارتِ مالیات کی جانب سے جاری ہوتا ہے، اس لیے ہم اس اختلاف کے بارے میں وزارتِ مالیات کے متعلقہ ذمہ داران کی رائے جاننا چاہتے ہیں کیونکہ دونوں نقشوں کے اوقات میں بہت واضح فرق ہے جس کی وجہ سے یہ مشکل پیش آرہی ہے کہ دونوں نقشوں میں سے کس پر عمل کیا جائے؟

یہاں دیگر عملی مشاہداتی تحقیقات بھی ہیں جو شائع نہیں ہوئیں۔ اِن میں سے ایک ڈاکٹر سلیمان بن ابراہیم الثنیان کی باتیں ہیں جو انہوں نے ''اوقات الصلوٰة المفروضة'' کے نام سے کی ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک سال تک مسلسل طلوعِ فجر کا مشاہدہ کرتے رہے۔ ان کے مشاہدے کے مطابق ''ام القریٰ'' کیلنڈر سال کے مختلف حصوں میں 15 سے 24 منٹ تک شرعی وقت

سے آگے ہے۔

محقق عبداللہ بن ابراہیم ترکی کی مشاہداتی تحقیق بھی کافی اہم ہے۔ان کی تحقیق اور مشاہدے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصل طلوع فجر میں اور تقویم ام القریٰ میں بڑا فرق ہے۔میں بعض مشائخ اور ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے بعض ماہرین فلکیات کے ساتھ تقریباً 20 سال تک ریاض کے باہر سے ام القریٰ کیلنڈر کے مطابق اذان فجر کی صحت کو جانچتا رہا۔

ہماری تحقیق کے مطابق جو اذان ام القریٰ کیلنڈر کے مطابق دی جاتی ہے،اس وقت سے تقریباً تہائی گھنٹہ (20 منٹ۔مترجم) بعد فجر صادق کا وقت شروع ہوتا ہے،الہٰذا میں نے اس وقت کے وزیر مذہبی امور واوقاف ودعوت وارشاد شیخ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کو خط لکھا۔اس موضوع پر کام کرنے کا انہوں نے شکریہ ادا کیا۔

یہاں اور بھی کئی علماء کے اقوال موجود ہیں جن کو ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔جتنا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ کافی ہونا چاہیے۔

نماز صبح کا وقت اور اس شخص کے بارے میں حکم جو اسے طلوع فجر سے پہلے پڑھ لے

ابو عمر فرماتے ہیں ’’علماء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا وقت وہ ہے جب فجرِ ثانی کا طلوع بالکل واضح ہو جائے اور فجرِ ثانی اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرقی افق پر پھیلتی ہے اور جس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا۔‘‘ (الاجماع لابن عبدالبر،ص:۴۶،طبع دارالقاسم)

ابن حزم نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو لوگوں کو اٹھانے کیلئے فجر سے پہلے اذان دیدے تو حضرت حسن بصری غضبناک ہو گئے اور فرمایا وہ شخص جلد باز پیغام رساں ہے۔اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شخص کو پا لیتے تو اس کے پہلوؤں پر مارتے،اگر کسی شخص نے فجر سے پہلے اذان دی تو اس مسجد والوں نے بلا اذان صرف اقامت سے نماز پڑھی،ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک مؤذن کو رات میں اذان دیتے سنا تو فرمایا کہ یہ جلد باز،مرغوں پر بھی سبقت لے جا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان طلوع فجر کے بعد ہی ہوتی تھی،حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ وہ فجر سے قبل اذان دینے کو مکروہ سمجھتے تھے اور انہی سے یہ بھی مروی ہے کہ علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مؤذن کو رات میں اذان دیتے سنا تو فرمایا کہ تحقیق اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنتوں میں سے ایک سنت کی مخالفت کی ہے، یہ شخص اگر اپنے بستر پر سوتا رہتا تو یہ اس کیلئے بہتر تھا۔ (المحلی،۳/۱۱۸)

وقت اذان فجر میں جلدی کرنے پر مرتب ہونے والے مفاسد

۱۔بعض مساجد بالخصوص ان مساجد میں جو راستوں پر بنی ہوتی ہیں نمازِ فجر وقت سے پہلے ہو جاتی ہے۔

۲۔اسی طرح رمضان میں اکثر مساجد میں اذان کے دس منٹ بعد نماز پڑھی جاتی ہے۔

۳۔مریضوں، بیماروں اور فجر کیلئے اٹھنے والوں کا اذان کے بعد فوراً نماز پڑھ لینا۔

۴۔گھروں میں عورتوں کی نماز کا وقت سے پہلے ہونا کیونکہ اکثر عورتیں اذان کے بعد فوراً نماز پڑھ لیتی ہیں۔

۵۔اکثر نمازیوں کا فجر کی سنتوں کو مسجد میں داخل ہونے کے بعد فوراً پڑھنا اور اس طرح فجر کی یہ سنتیں وقت سے پہلے ہو جاتی ہیں۔

۶۔سحری میں جلدی،حالانکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت ہے۔

۷۔ہوائی اڈوں اور ہوائی جہازوں میں لوگ نقشۂ اوقاتِ نماز کے مطابق ابتدائی وقت ہی میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔

۸۔نقشۂ اوقاتِ نماز میں درج وقت کے بعد تھوڑے سے وقت میں حائضہ اور نُفَسا کا پاک ہونا اور ان عورتوں کا اس دن روزہ رکھنے کے قابل نہ ہونا۔

ان مفاسد کے علاوہ اور بھی ایسے مفاسد ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی پایا جاتا تو وہ بھی اس نقشۂ اوقاتِ نماز میں ترمیم کیلئے کافی تھا،سو جب یہ تمام مفاسد جمع ہو گئے ہیں تو پھر ترمیم کتنی ضروری ہوگی۔

حال ہی میں ملک عبدالعزیز یونیورسٹی ریاض میں اس موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔فجر صادق کی تحقیق کی اس کمیٹی میں اصل اور مرکزی محقق ڈاکٹر ذکی بن عبدالرحمٰن المصطفی تھے۔ان کے علاوہ اس تحقیق کے دوسرے شرکاء میں ڈاکٹر ایمن بن سعد کردی (فلکیات کے معاون استاذ) عبدالعزیز بن سلطان المرشد (ماہر فلکیات برائے تحقیق ادارہ ارضی فزکس) معتز بن نائل کردی (ماہر فلکیات ادارۂ تحقیقات فلکیات وارضی فزکس) شیخ ڈاکٹر سعد بن ترکی الخثلان (نمائندہ برائے ڈائریکٹ بحوث علمیة والافتاء) شیخ محمد بن سعد الخرجی (وزارت عدل کے نمائندے) شیخ عبدالرحمٰن بن غنام الغنام (نمائندہ برائے امور وزارت دعوت وارشاد) صالح بن عثمان الصالح (معاون)

تحقیقی انداز کا خلاصہ

ریاض سے 170 کلومیٹر دور بالکل تاریک علاقے میں یہ تحقیق مکمل ہوئی،مصنوعی روشنی سے دور اور محفوظ رہنے کے لیے اس دوردراز علاقے میں جانا پڑا۔ہر مہینے میں دو دن تک مشاہدہ کرتے رہے اور یہ مشاہدہ دو وقت ہوتا رہا۔ایک تو سورج غروب ہونے کے بعد سے نماز عشاء تک دوسرا نصف شب کے بعد سورج طلوع ہونے تک۔یہ مشاہدہ سال کے ہر موسم میں ہوا تا کہ سال کے تمام موسموں کا احاطہ ہو جائے اور پتا چل جائے کہ فضائی انقلابات،مشاہدہ اور شفق پر کیا اثر ڈالتے ہیں۔

تحقیقی کمیٹی نے شرعی مشاہدہ کے لیے کمیٹی کے ارکان کے مشاہدوں پر اعتماد کیا۔اس سلسلے میں کئی طریقے اختیار کیے گئے تا کہ نتائج باریک بینی سے حاصل کیے جاسکیں،چنانچہ مشاہدے کے آغاز میں سب اجتماعی صورت میں مشاہدہ کر کے اسے لکھتے،پھر اس بات سے بچنے کے لیے کہ کہیں بعض مشاہدہ کرنے والے دوسرے مشاہدہ کرنے والوں پر اثر انداز نہ ہوں، یہ طریقہ اختیار کیا

جاتا کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ، ایک دوسرے سے دور رہ کر مشاہدہ کرتا۔ اس کے بعد تمام مشاہدہ کرنے والوں کے نتائج کے درمیان موازنہ کیا جاتا، یہ طرزِ عمل مشاہدہ کی صحت اور وقتِ شفق کے معلوم کرنے کے عمل میں ایک اہم عنصر تھا، یہ عمل مذاکراتی ہوتا۔

علیحدہ علیحدہ مشاہدہ یوں کیا گیا کہ ہر مشاہدہ کرنے والے کو ایک بیگ دیا جاتا، جس میں معیاری وقت پر مشتمل ایک ایسی گھڑی ہوتی جس کا وقت حقیقی وقت سے مختلف ہوتا۔ ان گھڑیوں کے اوقات مختلف اور ایک دوسرے کے مطابق بھی نہیں ہوتے تھے۔ پھر ہر مشاہد ایک مخصوص فائل میں اپنے مشاہدات لکھ لیتا اور یہ فائل ایک پروگرامر کو دے دی جاتی۔ ہر گھڑی کا وقت دوسری گھڑی سے اور حقیقی وقت سے مختلف ہوتا تھا۔ ہر مشاہدہ کرنے والا مشاہدہ ختم کرنے کے بعد اپنی اپنی گھڑی کے مطابق رپورٹ بناتا۔ مشاہدات کے دوران تصویر بنانے والے مختلف باریک بین آلوں اور جغرافیائی پیمائش کے آلات ''GPS'' سے بھی مدد لی جاتی۔

مشاھداتی ڈیٹا اور نتائج:

ہر مہینے کے مشاہدات کو الگ جمع کیا جاتا اور پھر ہر مہینے کے متوسط مشاہدات کو نتیجہ نکالتے وقت ملحوظ رکھا جاتا۔ اس تمام عمل میں مشاہدہ کرنے والوں کی اکثریت کے اتفاق کی رعایت کی گئی ہے۔ ایسا ابتداءِ فجر کے بارے میں بالکل تحقیقی بات معلوم کرنے کے لیے کیا گیا۔ پھر نتیجہ میں ہر مہینہ کے متوسط مشاہدات کی اوسط لی گئی اور یہی وہ نتیجہ ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ جس علاقہ میں تحقیق کی گئی وہاں فجر کی ابتداء کا وقت کیا تھا۔ وہ نتیجہ یہ ہے: 14.6 درجہ +0.3 درجہ

کیونکہ اعلیٰ قیمت 15.1 درجہ اور ادنیٰ 14 درجہ تھی۔

طلوعِ فجر کی تحقیق کے لحاظ سے یہ پہلا نتیجہ ہے جو سائنسی بنیاد پر نکالا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ خلاصہ بیان کیا گیا ہے:

ابتدائے فجر صادق معلوم کرنے کے لیے پورے سال تک میدانی مشاہدات کے بعد معلوم ہوا کہ فجر صادق کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب سورج افق سے 14.6 درجہ نیچے اور اس کا معیاری انحراف 0.3 درجہ ہوتا ہے۔

میں (محرِ مضمون) کہتا ہوں: یہ ام القریٰ کیلنڈر سے تقریباً 21 منٹ کا فرق ہے، اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

تحقیقاتی کمیٹی نے تاکیداً بتایا کہ اسے کافی تلاش اور جستجو کے باوجود ام القریٰ کیلنڈر کے بارے میں کوئی لکھی ہوئی بنیاد نہیں ملی، البتہ سابق تقویم کو تیار کرنے والے ڈاکٹر فضل نور سے کمیٹی کی ملاقات ہو سکی۔ ملاقات میں انہوں نے بتایا کہ انہوں نے کیلنڈر کو اپنی رائے اور کوشش سے تیار کیا تھا تاہم ان کے پاس لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں ہے۔ ان سے باتوں کے دوران یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ فجر کاذب اور فجرِ صادق کے درمیان باریک بینی سے فرق کرنے کا امتیاز نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مشرق میں پہلی ہی روشنی یعنی 18 درجہ کے مطابق نقشۂ اوقاتِ نماز تیار کیا تھا۔ دس سال گزرنے کے بعد اس کو احتیاطاً ایک درجہ اور بڑھا کر 19 درجے کر دیا۔ (مشروع دراسۃ الشفق ص:10)

مجھے شرعی و سائنسی تحقیقات کے ادارہ (ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء) کے نمائندہ، شیخ ڈاکٹر سعد خثلان نے بتایا کہ جس نے یہ کیلنڈر تیار کیا اس نے بتایا کہ اس نے 19 درجہ کے لحاظ سے کیلنڈر تیار کیا ہے اور اس میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا کہ فجر صادق طلوع ہوئی یا نہیں، البتہ اس نے اس تقویم میں کوئی غلطی ثابت ہو جانے کی صورت میں اس تقویم پر نظرِ ثانی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

کافی غور و خوض کے بعد کمیٹی نے یہ نتیجہ نکالا کہ کیلنڈر میں اشکال کا سبب اس کیلنڈر کے تیار کرنے والے کے نزدیک فجر کاذب اور فجر صادق کے درمیان اشتباہ ہے۔

میں ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ طلوعِ فجر کا معاملہ ہلال کی طرح نہیں ہے کہ ہلال تو تیز نظر والا شخص دیکھ سکتا ہے یا رصدگاہوں سے دیکھا جاتا ہے بلکہ طلوعِ فجر کی رویت میں تمام لوگ شریک ہو سکتے ہیں، چھوٹا بڑا، عالم و جاہل ہر شخص حتیٰ کہ ایک دیہاتی شخص اپنے گاؤں میں اور اپنے جانوروں کے ریوڑ میں بھی اسے دیکھ سکتا ہے۔ طلوعِ فجر کی بصری رویت ہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

عبیکان اپنے مضمون کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

''میں خادم الحرمین الشریفین ملک عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آپ ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دیں گے جس میں ماہرین فلکیات اور ماہرین شریعت موجود ہوں تاکہ یہ لوگ ام القریٰ کیلنڈر میں نمازوں کے اوقات پر نظرِ ثانی کریں۔ اسی طرح میں ائمہ مساجد سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ نماز فجر تقویم ام القریٰ کے 20 منٹ بعد ادا کریں تاکہ مسلمانوں کی نمازیں باطل نہ ہوں۔

ام القریٰ (قمری) کیلنڈر پر اشکالات

اس کیلنڈر کی بنیاد چاند کی حالت محاق سے نکل جانے پر ہے، مثلاً عالمی وقت کے مطابق کسی دن کے کسی بھی لمحے میں جب چاند محاق کی حالت سے نکل جائے تو اگلا دن نئے مہینے کی ابتداء کہلائے گا۔ اس کیلنڈر میں قمری مہینوں کی ابتداء و انتہاء جس قطعی طور پر متعین ہے اس کا چاند کی عینی رویت سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی وجہ سے قمری مہینوں کی ابتداء و انتہاء کے حوالے سے سعودی عرب کی عینی رویت کسی شمار میں نہیں۔ یہی چیز عربی اسلامی فلکی تنظیموں اور وزارتِ اوقاف اور سعودی عرب کی مجلس الافتاء الاعلیٰ (Supreme council of muftees) کے مابین دائمی اختلاف کا باعث ہے۔ یہ اختلاف ماہِ رمضان کے آغاز کے تعین کے موقع پر اپنے پورے عروج پر پہنچ جاتا ہے اور ذی الحجہ تک جاری رہتا ہے کیونکہ حج اسی سرزمین پر ہوتا ہے۔

ماہرین، ام القریٰ کیلنڈر میں موجود کمزوریوں اور خامیوں کو واضح کر چکے ہیں جیسا کہ ایک ماہر نے ایک ویب سائٹ پر لکھا ہے:

(1) سعودی عرب میں قمری مہینے کے آغاز کا حساب عالمی وقت پر مبنی ہے (یعنی مہینے کا آغاز مقامی وقت کے مطابق ہوتا ہے لیکن مہینے کا حساب عالمی وقت کے مطابق کرتے ہیں) یوں وقت میں فرق کبھی تقریباً 8 گھنٹے ہو جاتا ہے۔

(2) اکثر حالات میں چاند کا آنکھوں سے دیکھے جانے کا امکان ان امور کے اعتبار سے محال ہوتا ہے جو عالمی وقت کے مطابق کسی مہینے کے مقررہ فلکی آغاز سے متصادم ہوتے ہیں، ان تمام نقائص کے باوجود سعودی ذمہ داران کو 1990ء سے چاند دیکھنے کی شہادت کے بارے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی گواہ مل جاتا ہے۔

اسلامی ممالک اور شمالی امریکا میں موجود فلکیاتی تنظیموں نے ام القریٰ کیلنڈر میں اختیار کردہ اسلوب پر احتجاج بھی کیا ہے۔ اردن کی فلکیاتی تنظیم کے رئیس جناب ابوزید کی طرف سے 21 جنوری 1992ء میں ایک ایسا ہی احتجاجی مراسلہ ریاض میں قائم مجلس الافتاء الاعلیٰ کو اس وقت بھیجا گیا تھا جب شوال کے چاند کی رؤیت کا اعلان اس کے طبعی وقت سے مکمل ایک دن یعنی 24 گھنٹے پہلے ہو گیا تھا۔ مجلس کے ذمہ داران نے اس مراسلہ کا جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے

''اسلامی مہینوں کے آغاز کے اوقات کی تعیین، اوقات صلوٰۃ کی تعیین کی طرح ہے اور ان اوقات میں حکمتِ الٰہیہ، اس بات کی معرفت ہے کہ ان اوقات کو ایک عبادتی عمل کی طرح اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ عبادت اللہ کے لیے ہوتی ہے، اوقات کے لیے نہیں۔''

سعودی مجلس الافتاء الاعلیٰ کے خط میں رؤیت اور گواہوں کے موضوع پر کوئی بحث نہیں کی گئی بلکہ قمری مہینوں کے تعیین کے بارے میں قمری حساب کا طریقہ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

ام القریٰ کیلنڈر میں اس بات کا اعتبار کیا گیا ہے کہ جب چاند کی عمر غروب شمس کے وقت 12 گھنٹے یا اس سے زائد ہو جائے تو اگلا دن اسلامی مہینے کا پہلا دن ہوگا کیونکہ اسلامی دن غروبِ آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے۔

http://www.alzakera.eu/music/wahabism/whabbizm-0016-2.htm